بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فون نمبر ۹۰۴ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۲

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم منگل

The Daily ALFAZL RABWAH

ایڈیٹر روشن دین تنویر

قیمت فی پرچہ ۱۵ پیسے

جلد ۵۸/۲۳	۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ — ۴ تبلیغ ۱۳۴۸ ہش — ۴ فروری ۱۹۶۹ء	نمبر ۳۰

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے

انسان کو چاہیئے کہ مصیبت میں بد دماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔

"رعایت اسباب ہماری اسلامی شریعت میں منع نہیں ہے۔ کسی شخص نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دوا کریں آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں دوا کرو۔ کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا نہ ہو۔ ہاں یہ بالکل سچی بات ہے کہ کوئی وید یا ڈاکٹر یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی فلاں دوا ضرور فائدہ کرے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کوئی شخص کیوں مرتا۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کو چاہیئے کہ متقی بن جائیں۔ دوا بھی کریں اور دعا بھی۔ تنہائی میں بہت بہت دعائیں مانگیں۔ جن لوگوں نے گھمنڈ کیا تھا اللہ تعالےٰ نے ان ہی کو ذلیل کیا۔ لکھا ہے کہ جالینوس کو اسہال بند کرنے کا بڑا دعویٰ تھا۔ خدا کی شان کہ وہ خود اسی مرض کا شکار ہوا۔ اسی طرح بعض طبیب مرض دق اور بعض مسلول ہو کر اس دنیا سے چل دیئے۔

اِس بیان سے میری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے دعویٰ کی حقیقت کھول دی اور ان کی بے جا شیخی کا بھانڈا پھوڑ کر دکھا دیا جس قسم کا دعویٰ کیا اسی دعویٰ میں پست اور ذلیل ہوئے پس معلوم ہوا کہ انسان کو کسی قسم کا دعوےٰ سزاوار نہیں۔ ہمارے والد صاحب مرحوم بھی مشہور طبیب تھے جن کا پچاس برس کا تجربہ تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمی نسخہ کوئی نہیں اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ تصرف اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے۔ انسان مصیبت میں بد دماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔" (ملفوظات جلد اوّل ص ۲۵۲ و ۲۵۳)

اخبار احمدیہ

•— ربوہ ۲ر تبلیغ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ نزلہ کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے۔ احباب جماعت توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

•— ربوہ ۲ر تبلیغ۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ آنکھ کی تکلیف میں تو پہلے کی نسبت افاقہ ہے۔ لیکن ضعف قلب کی تکلیف پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت سیدہ مدظلہا کو اپنے فضل سے صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ اور آپ کی عمر میں بے انداز برکت ڈالے آمین

•— لاہور ۲ر تبلیغ۔ عزیز جعفر احمد خان سلمہٗ ابن محترم نواب زادہ عباس احمد خان صاحب کی صحت کے متعلق لاہور سے اطلاع ملی ہے کہ کمزوری میں تو پہلے کی نسبت کچھ فرق ہے۔ لیکن باقی حالت پہلے جیسی ہی ہے۔ احباب جماعت دردو الحاح سے عزیز موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

•— پشاور ۲ر فروری۔ مکرم نائب امیر صاحب جماعت احمدیہ پشاور مطلع فرماتے ہیں کہ محترم خان شمس الدین خان صاحب علاقائی امیر سرحد کا مثانہ کا کامیاب آپریشن ہو گیا ہے کمزوری بہت ہے۔ احباب جماعت آپ کی کامل و عاجل صحت یابی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

شادی کی مبارک تقریب

ربوہ — مورخہ یکم تبلیغ ۱۳۴۸ ہش مطابق یکم فروری ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ عزیزہ ساجدہ مبشرہ سلمہا بنت بریگیڈیر محمد وقیع الزمان خان صاحب اور ڈاکٹر حمید احمد خان صاحب ابن محترم جناب خان عبد المجید خان صاحب آف ویرووال کی تقریب شادی عمل میں آئی عزیزہ ساجدہ مبشرہ سلمہا حضرت مولوی عبد المغنی خان صاحب مرحومؓ کی نواسی ہیں۔ ان کا نکاح حضور ایدہ اللہ نے اسی روز بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں پڑھا۔

رخصتانہ کی تقریب محترم نواب محمد احمد خان صاحب کی کوٹھی الموسوم "دارالسلام" واقعہ محلہ دار الصدر میں اسی روز بعد نماز عصر منعقد ہوئی جس میں کثیر التعداد مقامی احباب کے علاوہ ازراہ شفقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے تشریف لانے اور صدر جگہ پر رونق افروز ہونے کے بعد تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر سابق مبلغ انچارج سیرالیون مشن نے کی۔ بعدہ حضور نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی جس میں جملہ حاضرین شریک ہوئے۔

۲ر فروری کو بعد نماز ظہر محترم خان عبد المجید خان صاحب نے اپنے مکان واقعہ

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۴ تبلیغ ۱۳۴۸ ہش

"یہ تو خود اندھی ہے گر نیرِ الہام نہ ہو"

(۲)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں ہمیں ایسے طریق کی طرف راہ نمائی کی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے دروازے تک پہنچا دیتا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری لقا ہماری رضا پر انحصار رکھتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار

انسان کے حواس اس کو پا نہیں سکتے۔ مگر وہ خود چاہے تو انسان کے حواس پر نزولِ اجلال فرماتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ عقلی دلائل سے ہم خواہ کتنا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی لقا کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کی "وحی" پر ایمان لائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع ہی میں فرمایا ہے کہ غیب پر ایمان لانے اور مجاہدہ کرنے کے علاوہ رسالت پر ایمان لانا بھی لازمی ہے۔

یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ

اور اس بات کا یقین بھی پیدا کرنا لازمی ہے کہ انسان کے اعمال کی جزا سزا ہے

وَبِالْآخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ

یعنی ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کے ساتھ معاد پر یقین رکھنے سے انسان حقیقی فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

الغرض انسان کی زندگی کی تکمیل حقیقی مذہب یعنی اسلام کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے سائنس اور فلسفہ میں خواہ انسان کتنی ترقی کرے انسان وہ زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔ جو بہمہ وجوہ انسانی زندگی کی حقیقی فلاح پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج باوجود اس کے کہ سائنسی طریقِ کار میں انتہائی ترقی کے انسان حقیقی زندگی کی فلاح کو نہیں پا سکا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب سے روگردانی کر کے مادی ترقی میں انہماک نے انسان کو اخلاقی لحاظ سے ذلالت کی پستیوں کی طرف لڑھکا دیا ہے۔ اور روز بروز اسفل سافلین کے گڑھے میں گرتا چلا جاتا ہے۔ اور جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنکر اپنے طور و طریق میں وہ انقلاب پیدا نہ کرے۔ جو حقیقی مذہب ہی پیدا کر سکتا ہے۔ اس وقت تک مکمل تباہی کا خطرہ سر پر منڈلاتا چلا جائے گا۔ اور کوئی سائنسی عقدہ اس کو اس سے بچا نہیں سکے گا۔ اس لئے اس وقت جس چیز کی ضرورت ہے۔ انسان "انا الموجود" کی آواز پر کان دھرے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ فضا میں گونج رہی ہے۔ جو کہ بنی نوع انسان کو اس طرح متوجہ کر رہی ہے۔ کہ نری دانشوری کافی نہیں ہے۔ بلکہ خطرناک ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے ایک قانون یعنی قانونِ قدرت کے ساتھ اس کے دوسرے قانون یعنی "وحی" کی مدد شامل نہ ہو۔ جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر ہماری آنکھ کی روشنی بے کار ہے اور ہم کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ اسی طرح عقل کی روشنی وحی کی روشنی کے بغیر لاحاصل ہے۔

یہ دونوں روشنیاں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی مدد کے لئے پیدا کی ہیں تاکہ انسانی زندگی اپنی تکمیل کے مدارج طے کرے اور اس مقام پر پہنچے۔ جہاں اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے جو لوگ صرف عقل سے زندگی کے معمہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس اندھے کی طرح ہیں جو ہوا میں اپنی ڈنگوری چلاتا ہے۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سہ

"عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیرِ الہام نہ ہو"

نیرِ الہام کی روشنی آغاز ہی سے اپنی شعاعیں ڈال رہی ہے۔ جس کی تکمیل سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ اور جس کی تجدید آج سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی ہے۔ آپ کے خلفاء کے ذریعہ آج بھی درخشندہ ہے اور قیامت تک درخشندہ رہے گی۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عقل و ذہانت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ

(مسلم کتاب الزھد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن ایک سوراخ سے کبھی دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔

مبالغہ کرنے والے خدا تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَھَا ثَلَاثًا

(مسلم کتاب العلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ یعنی ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

متفرق

یا رب تنِ مردہ کو نئی جان عطا کر
پھر تازہ یقیں بخش پھر ایمان عطا کر
پھر بے سر و سامان بھٹکتا ہے مسافر
پھر بے سر و سامان کو سامان عطا کر

اعمال نامہ دیکھ کے اپنا جو رو دیا
اک اشک نے پلندہ گناہوں کا دھو دیا
فصل آئے یا نہ آئے ہمیں اس سے کیا غرض
ہم نے وفا کا بیج جو بونا تھا بو دیا

تنویر

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی یاد میں

(مکرم ملک نسیم احمد صاحب جوئیہ بی۔اے۔ ایل ایل۔بی ایڈووکیٹ ڈیرہ غازیخان)

ع
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

جب میں نے الفضل میں حضرت حافظ صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کی خبر پڑھی تو اول تو یقین کرنے کو دل نہ چاہا مگر پھر ایک دھچکا سا محسوس ہوا اور میں دل مسوس کر رہ گیا اور ان کی مسلسل مجاہدانہ اور درویشانہ زندگی کا نقشہ میری آنکھوں کے آگے آتا چلا گیا اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوتے چلے گئے اور ایک ایسی کیفیت میرے دل پر طاری ہو گئی جس کا صفحہ قرطاس پر لانا محال ہے ع

جس ڈھب سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

حضرت حافظ صاحب سے میرا غائبانہ تعارف تو عرصہ سے تھا مگر ان سے میرا باقاعدہ تعارف اور ملاقات آج سے ۸، ۹ سال قبل میرے بڑے بھائی مکرم ملک مسعود احمد صاحب ایم۔اے لیکچرار گورنمنٹ کالج جڑانوالہ کے ذریعہ ہوا جبکہ حضرت حافظ صاحب ریلوے لائن کے قریب کچے کوارٹر میں مقیم تھے۔ مختصر سا کچا مکان تھا جس کی باہر کی بیٹھک میں حضرت حافظ صاحب رہتے تھے۔ ہم ملاقاتیوں کی قطار میں باہر اپنی ملاقات کی باری کی انتظار میں کھڑے ہو گئے کیونکہ اندر کافی لوگ تھے۔ آخر کچھ دیر بعد ہماری باری آئی ہم کمرے میں داخل ہوئے کمرے کی فضا نیم روشن سی تھی۔ حضرت حافظ صاحب بالکل سادہ لباس میں درویش صورت درویش سیرت بزرگ ایک کونے میں پڑی ہوئی چارپائی پر کسی قدر گاؤ تکیہ کا سہارا لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے اور آس پاس کرسیوں پر اور بنچوں پر ملاقاتی بیٹھے تھے۔ حافظ صاحب کی چارپائی کے آگے ایک چھوٹی سی تپائی رکھی تھی جس پر کچھ کتابیں۔ رسالے۔ خطوط۔ دوائیاں پڑی تھیں۔ ایک دو الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی کمرے کی دیواروں کے ساتھ کھڑی تھیں جن میں سے کبھی کبھی حضرت حافظ صاحب کسی ملاقاتی سے اشارہ کر کے کتاب اٹھواتے اور اس کو فلاں صفحہ کھولنے کا ارشاد کر کے پھر خود ہی عبارت پڑھتے جاتے۔ حافظ صاحب ایک ملاقاتی کے سوال کے جواب میں نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اور ٹھیٹھ یو پی کے صحیح تلفظ میں نہایت بارعب اور اعتماد کے لہجہ میں محوِ خطاب اور باقی سامعین محوِ سماعت تھے۔ بار بار اپنے مخصوص انداز میں انگلی کے اشارہ سے کتاب حوالہ کے لئے اٹھواتے۔ گفتگو کے دوران کبھی کبھی کوئی مزاح کا پہلو نکل آتا تو بڑی سنجیدگی سے ایسا نکتہ بیان کرتے کہ محفل زعفران زار ہو جاتی۔ ملاقاتیوں میں بڑے بڑے علماء پروفیسر ڈاکٹر۔ وکلاء۔ طالب علم۔ تاجر۔ شاعر ادیب۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوان غرضیکہ ہر عمر۔ ہر طبقہ اور مکتبہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ حافظ صاحب باری باری ہر ایک کا حال پوچھتے اور نہایت خندہ پیشانی سے ہر ایک کے استفسارات کا نہایت مدلل اور تسلی بخش جواب دیتے۔ کئی دوست دعا کی درخواست کے لئے آتے۔ ان کے لئے دعا کرتے۔ ہر موضوع پر نہایت عالمانہ اور جامع انداز میں گفتگو فرماتے۔ اندازِ بیان اس قدر دلنشین ہوتا کہ ان کی محفل سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا پہلی ملاقات ہی میں میں نے یہ محسوس کر لیا کہ حضرت حافظ صاحب بیک وقت ایک درویش۔ عالم باعمل۔ اعلیٰ درجہ کا نہایت منجھا ہوا ادبی مذاق رکھنے والے اور ایک منفرد انداز کے شاعر اور بلند پایہ نقاد اور اس کے ساتھ ساتھ احمدیت اور اسلام کے حد درجہ عاشق اور فدائی۔ حضرت نبی اکرمؐ۔ حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خلفاء سے بے حد محبت اور عقیدت رکھنے والے پیکرِ صدق و وفا بزرگ ہیں۔ ہر پہلو سے میں نے ان کی شخصیت کو نہایت بلند و بالا پایا اور ہر لحاظ سے منفرد بھی۔

میرے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں اس محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا برسوں سے ان سے راہ و رسم ہو۔ اور پھر میں بھی ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اور جب کبھی ربوہ جاتا ضرور ان سے شرفِ نیاز حاصل کرتا۔ کبھی کبھی غیر احمدی دوستوں کو بھی ملاقات کی غرض سے ہمراہ لے جاتا۔ اس وقت حضرت حافظ صاحب کا جذبۂ خلوص و تبلیغِ حق قابلِ دید ہوتا تھا۔ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو برداشت کر کے اٹھ بیٹھتے اور بڑے ہی پیارے اور دلکش انداز میں پیغامِ حق پہنچاتے۔ اور اس سلسلہ میں اپنی بھوک پیاس۔ صحت کا ہرگز خیال نہ کرتے۔ کئی مرتبہ ان کا کھانا ان کی میز پر رکھ دیا جاتا مگر وہ اس کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام کئے جاتے۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ غالباً ان کے کسی عزیز نے جو وہاں موجود تھے حافظ صاحب کی تکلیف کے پیشِ نظر کہ زیادہ بولنے سے ڈاکٹروں نے ان کو منع کیا ہوا تھا اپنی گھڑی کی طرف دیکھا تاکہ ملاقاتیوں کو خود ہی احساس ہو اتفاق سے حضرت حافظ صاحب کی نظر پڑ گئی۔ فرمانے لگے کہ میری زندگی ہی اس ملاقات کی وجہ سے ہے۔ مرحوم ایک نہایت ہی نافع الناس وجود تھے۔

میرے خسر حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ اور باوجود اپنی بزرگی اور علمی فضیلت کے ان کو علامہ شمس کے لقب سے ہمیشہ یاد کرتے۔ اور ان کی علمی قابلیت کے بے حد مداح تھے۔ ان کی وفات پر حضرت حافظ صاحب کو دلی صدمہ اور قلق ہوا جس کا ذکر بعد میں بھی کرتے رہتے تھے۔

مقدمہ بہاولپور میں جس خوبی سے شمس صاحب مرحوم نے حصہ لیا تھا اس کا تذکرہ اکثر کرتے اور دوستوں کو اس کتاب کے پڑھنے کی ہدایت کرتے۔ حضرت مولانا شمس صاحب مرحوم بھی ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور حضرت حافظ صاحب سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

مجھے بھی چونکہ کسی قدر ادب اور شاعری سے ایک لگاؤ اور دلچسپی ہے اس لئے کبھی کبھی حضرت حافظ صاحب سے ادب اور شعر و شاعری کے موضوع پر بڑی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت حافظ صاحب سے غالب کی شاعری اور اس کے مقام اور کلام کے بارے میں استفسار کیا تو فرمانے لگے غالب سب سے بڑا غلط گو شاعر ہے۔ میں ان کا یہ جواب سن کر حیران رہ گیا تو اس پر آپ نے غالب کے متعدد اشعار میں سے فنی اور شعری نقائص گن گن کر بتلائے۔ اس کے بعد خود ہی فرمانے لگے کہ اس کے باوجود غالب سب سے اچھا اور بڑا شاعر ہے۔ میں نے ادب سے عرض کیا حضرت وہ کس طرح؟ فرمانے لگے وہ یوں کہ اگر غالب کے تمام غلط اشعار اس کے دیوان سے نکال دیئے جاویں اور پھر جو اشعار اس کے دیوان میں باقی رہ جاویں گے وہ سب شعراء کے کلام پر غالب ہیں۔ میں حضرت حافظ صاحب کا یہ جواب سن کر بیحد محظوظ ہوا۔

ایک دفعہ میں نے حضرت حافظ صاحب کو ایک شعر سنایا۔ غالباً ان کے استاد امیر مینائی کا ہے کہ ع

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں
پھر اس قدر بھی ہمارا نشاں رہے نہ رہے

بڑے محظوظ ہوئے اور پھر اپنے اشعار خاکسار کو سنائے۔ وہ اشعار یوں ہیں ع

(۱) مرا مزار نہ خاکِ مزار باقی ہے
مگر وہ ہیں کہ ابھی تک غبار باقی ہیں
(۲) ابھی وہ ترک نہ فرمائیں شوقِ پامالی
جو میں نہیں ہوں تو میرا مزار باقی ہے
(۳) کہاں ہے کشتۂ غم یہ نہ پوچھئے صاحب
یہ پوچھئے کہیں اس کا مزار باقی ہے

بڑی لمبی غزل تھی یہی اشعار یاد رہ گئے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک غیر احمدی عالم مخالفت کے خوف سے اکثر چھپ چھپ کر رات کو ان کے پاس ملنے کے لئے آتے۔ بعد میں دو چار ملاقاتوں کے بعد ان کا خوف جاتا رہا اور وہ برملا دن کو بھی آجاتے۔ اس پر حافظ صاحب نے فرمایا کہ اس عالم کے رویہ پر ان کی جولانیٔ طبع کے باعث ایک غزل ہو گئی جو حسب ذیل ہے ع

نرالا مست ہوں زاہد بھی مشتاقانہ آتا ہے
کبھی چھپ چھپ کے آتا تھا اب آزادانہ آتا ہے
ہوائے آب و دانہ میں جو اڑتے ہیں تو اڑنے دو
مرے لب تک تو خود اڑ اڑ کے آب و دانہ آتا ہے
نکل آیا ہے موقع آپ بیتی کیوں نہ کہہ ڈالوں
یہ فرمائش ہوئی ہے کیا کوئی افسانہ آتا ہے

حضرت حافظ صاحبؓ کے کمرہ میں علامہ اقبال کا یہ شعر ایک کاغذ پر لکھا ہوا ایک کونہ میں رکھا رہتا تھا جو غالباً کسی عقیدتمند نے رکھ دیا ہو گا ع

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

یہ شعر ارادۃً یا بغیر ارادہ کے ہی وہاں موجود تھا مگر بہرحال حضرت حافظ صاحب کے حسبِ حال تھا۔

اس جلسہ سالانہ پر جب میں حضرت حافظ صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی

طبیعت بے حد علیل تھی۔ سانس کی تکلیف تھی ہاتھ پاؤں متورم تھے تاہم باوجود اس تکلیف کے میری طبع پُرسی کی اور کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اور میرے حالات دریافت کرتے رہے۔ اور جتنی دیر میں بیٹھا رہا اُٹھ کر بیٹھے رہے حالانکہ میں نے کئی مرتبہ اُن سے ان کی تکلیف کے مدِّنظر عرض کیا کہ وہ لیٹ جائیں مگر نہ مانے۔ میں نے اس مرتبہ دل ہی دل میں محسوس کیا کہ شاید حضرت حافظ صاحب سے آخری ملاقات ہے۔ اور میں یہ سوچ کر بےحد دل گرفتہ ہو گیا اور اس حالت میں مجھے حضرت حافظ صاحب کی یہ حالت دیکھ کر یہ شعر ذہن میں آیا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب کا بابرکت وجود اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر مجھے مخاطب کر رہا تھا کہ ؎

ملو جو ملنا ہے ہم سے کہ ہم بہ نوکِ گیاہ
مثالِ قطرۂ شبنم رہے رہے نہ رہے

اس کیفیت اور شعر کا تذکرہ میں نے اپنے برادرِ نسبتی عزیز برادرم ڈاکٹر صلاح الدین صاحب شمس سے بھی کیا جو اس ملاقات میں میرے ہمراہ تھے۔

حضرت حافظ صاحب جیسے بزرگ اور بابرکت وجود اس دُنیا میں اب بہت کم رہ گئے ہیں جو سراپا پیکر صدق و خلوص و وفا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کی رُوح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان پر ہزار ہزار رحمتیں برسائے۔

آمین

تقریبِ رخصتانہ

مورخہ ۲۶ صلح بروز اتوار مکرم خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار سابق ایڈیٹر "اصلاح" سرینگر حال سیٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کی بچی عزیزہ سلیمہ ڈار صاحبہ کی تقریبِ رخصتانہ بخیر و خوبی عمل میں آئی۔ اُن کا نکاح جلسہ سالانہ کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم خواجہ منور احمد صاحب ابن مکرم میاں محمد حسین صاحب مرحوم آف جہلم کے ساتھ پڑھا تھا۔ مکرم خواجہ منور احمد صاحب آجکل انگلستان میں ہیں اور شادی کے لئے ہی پاکستان آئے تھے۔ ۲۶ صلح کو ایک بجے کے قریب بارات جہلم شہر سے کاروں اور بسوں پر آئی اور اجتماعی دعا کے ساتھ چار بجے واپس روانہ ہوئی۔ اس تقریب میں مقامی دوستوں کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض افراد اور اسی طرح آزاد کشمیر حکومت کے کئی معزز عہدیدار اور سابق وزراء اور دیگر چیدہ شخصیتوں نے بھی شرکت کی۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس تقریب کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور مثمر ثمراتِ حسنہ ہو۔

خاکسار محمد شفیع اشرف مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ راولپنڈی)

درخواستِ دعا

میرے بیٹے کرنل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب پچھلے چند ماہ سے انگلستان اور دوسرے یورپین ممالک میں دورہ پر گئے ہوئے ہیں۔ عزیز عنقریب واپس آنیوالے ہیں اور ان کا ارادہ بمعہ اپنی اہلیہ کے عمرہ کرنے اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے کے بعد تقریباً وسط فروری تک پاکستان پہنچنے کا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ وہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ کامیابی اور خیریت کے ساتھ اپنے فرائض اور عمرہ سے فارغ ہو کر وطن واپس پہنچیں اور ان کا یہ سفر دینی و دنیوی لحاظ سے ہر طرح بابرکت ہو۔ آمین۔ (شیخ محمد سعید ۔ لاہور)

(۲) میرا پوتا عزیز اویس احمد پسر منشی محمد عباس صاحب فاروقی عرصہ سے بیمار چلا آ رہا ہے اور ابھی تک کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

احبابِ جماعت سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کی صحتِ کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اس کو صحتِ کاملہ عطا فرما کر لمبی عمر عطا فرماوے۔ نیز میں خود بھی بیمار ہوں میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت والی زندگی دے۔

(محمد صادق فاروقی ۔ ربوہ)

نقد و نظر

رسومات کے متعلق اسلامی تعلیم

مصنفہ:۔ حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی۔

۶۵ صفحات کی یہ کتاب درسی تقطیع پر حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ نے تصنیف فرمائی ہے۔

اگرچہ احمدی بہت حد تک بدرسوم سے نجات پا چکے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ یہ بھُوت از سرِ نو پھر سر اُٹھا رہا ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس کے خلاف آواز بلند کی جائے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان فرما چکے ہیں اور احباب کو تحریک فرما چکے ہیں کہ وہ بدرسومات کا قلع قمع کرنے کی پوری کوشش کریں۔ زیرِ نظر کتابچہ میں تمام غیر اسلامی رسومات کے خلاف اسلامی تعلیمات کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دوست اس سے وہ فائدہ ضرور حاصل کریں گے جس کے پیشِ نظر یہ لکھی گئی ہے۔ اسلام بذاتِ خود بدرسومات کے خلاف ایک جہاد کی حیثیت رکھتا ہے اور جو شخص اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ ان تباہ کن رسومات کو اپنے گھروں اور معاشرہ سے نکال باہر کرے۔ ہمیں حضرت سیّدہ موصوفہ کا شکرگزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس بُرائی کے خلاف بروقت قلم اُٹھا کر ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ نہ صرف اپنے گھروں بلکہ اس کو خرید کر عام مسلمانوں میں بھی مفت تقسیم کریں۔ اندازِ تحریر نہایت دلچسپ اور موثر ہے۔ انشاء اللہ احباب اس کو پسند فرمائیں گے۔

قیمت فی نسخہ پچاس پیسے ہے۔ احباب دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ سے طلب فرمائیں۔

خطباتِ نُور (جلد اوّل و دوم)

مرتبہ:۔ سردار عبدالحمید صاحب ریٹائرڈ آڈیٹر ریلوے۔

الناشر:۔ احمدیہ بک ڈپو دارالرحمت شرقی ربوہ۔

یہ کتاب درسی کتب کے سائز پر ۳۶۰ صفحات پر مشتمل سفید کاغذ۔ عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت حکیم الامّت الحاج حافظ مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے فرمودہ خطباتِ جمعہ۔ عیدین و نکاح (قبل از خلافت) جمع کر دئے گئے ہیں۔ یہ بصیرت افروز خطبات ایسے ہیں کہ جن کا مطالعہ ہر احمدی مسلمان کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہے۔ مرتب نے یہ خطبات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی منظوری پہلی بار ۱۹۱۳ء میں شائع کئے تھے جو نایاب ہو چکے تھے اس لئے اب پھر ان کو ناشرین نے شائع کر کے قارئین کو تحفۃً پیش کیا ہے۔ قیمت کتاب پر درج نہیں ہے ناشرین سے طلب فرمائیں۔

اصحابِ احمد (جلد چہارم)

اس کتاب میں "سیرت ظفر" بیان کی گئی ہے۔ پوری کتاب حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کے حالات پر مشتمل ہے جو مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے والد ماجد تھے۔ کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے جس سے کتاب کی مقبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام میں آپ کا خاص مقام ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات کا مطالعہ سب کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

کتاب بڑی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل احمدیہ بک ڈپو نے شائع کی ہے قیمت درج نہیں ناشرین سے مل سکتی ہے۔

لوگ آپس میں کیوں لڑتے جھگڑتے ہیں

ملک محمد سلیم صاحب بی اے ۔ ڈیوہ

ابھی تک ہمارے معاشرے میں بدقسمتی سے ایسے لوگ موجود ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے الجھنے لگتے ہیں اور اپنے اختلافات کو اتنا طول دیتے ہیں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے ایسے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے عام حالات میں ایک اچھا خاصا عقلمند آدمی بھی بعض اوقات ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ جو اس کی شان کے شایاں ہرگز نہیں ہوتیں۔ لوگوں کو لڑائی جھگڑے سے بچانے کے دو آسان طریقے ہیں اول یہ کہ لوگوں کو اس بات کا یقین اور احساس ہو کہ صلح امن آشتی پیار اور محبت بہرحال فساد کرنے سے بہتر ہے اور بزرگی اور بڑائی کی علامت یہ نہیں کہ اپنے نفسانی جوشوں کو انتہا تک پہنچا کر اور ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کر کے اپنے بھائی کو ذلیل اور کمتر ثابت کیا جائے بلکہ بڑا ، شریف اور بزرگ وہ ہے جو دوسروں کی زیادتیوں اور بے انصافیوں پر صبر کرتا ہے۔ صبر یقیناً بہادری وسیع القلبی اور دور اندیشی کی علامت ہے جبکہ معمولی معمولی باتوں پر منہ میں کف بھر آنا پیشانی پر تیوری کا چڑھا لینا اور بات کا بتنگڑ بنانا بلاشبہ ایسی باتیں ہیں جو ایک اچھے آدمی کے شایانِ شان نہیں۔

رفتوں جھگڑے سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہمیں اس بات کا علم ہو کہ کون سی باتیں ہیں جن سے جھگڑا ابھرتا ہے اگر ہمیں بیماری کی وجوہات اور اسباب وعلل کا ٹھیک ٹھیک علم ہو تو اس کا علاج آسان اور یقینی ہو جاتا ہے اب میں ان عوامل کا ذکر کرتا ہوں جو لوگوں کو آپس میں بھڑانے کے ذمہ دار ہیں۔

تکبر

قرآن مجید میں رحمان اور شیطان اور آدم و شیطان کے درمیان جس پہلے اختلاف کا ذکر ہے وہ تکبر ہی کا نتیجہ ہے اسی طرح تاریخ انسانیت میں انسان اور انسان میں جو سب سے پہلا جھگڑا ابھرا اور بالآخر قتل پر منتج ہوا وہ آدم کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل کے درمیان تھا اس کا باعث بھی تکبر ہی تھا۔ دراصل خود کو دوسروں سے افضل سمجھنا جھگڑوں کی بنیادی وجہ ہے۔ شیطان کا نعرہ بھی تو یہی تھا کہ انا خیر منہ کہ میں اس آدم سے افضل ہوں پس اسی تکبر نے اسے اوٹھا کر خدا فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے نیچے دے مارا لہٰذا معاشرے خصوصاً الٰہی جماعتوں میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کے لئے کہ ہر شخص خود کو اپنے بھائی سے کمتر اور حقیر جانے اور عاجزی و انکساری کا مجسمہ بن جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”بچے ہو کر جھوٹوں کی طرح
تذلل اختیار کرو“ (کشتی نوح)

اس عظیم حکیمانہ ارشاد میں جھگڑے کی بیخ کنی کر دی گئی ہے ۔ جب لوگوں میں کسی مقابلہ میں ناکامی کے بعد ، لین دین میں بد معاملگی کے بعد ، رشتہ ناطہ میں کسی قسم کی ناخوشگوار بات کے بعد آپس کے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت اگر ہر شخص یہ سمجھے کہ میں ہی غلطی پر ہوں تو اختلاف کی آگ اس اندازِ فکر کے ٹھنڈے پانی سے بجھ سکتی ہے ایسے مواقع پر لوگ باہم کیوں تکرار کرتے ہیں ـــ ؟ اس لئے کہ ایسے موقعوں پر ہر شخص خود کو حق اور دوسروں کو غلطی پر سمجھتا ہے ، اور یہی غلط زاویۂ نگاہ بھائی کو بھائی سے اور باپ کو بیٹے سے لڑا دیتا ہے اور گھر کو اپنے ہی چراغ سے آگ لگ جاتی ہے اور تکبر کا آتشی مادہ امن کی دنیا کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیتا ہے ایسے موقعوں پر لوگ حضور کے اس زریں ارشاد پر عمل کریں اور حق پر ہوتے ہوئے اور سچے ہوتے ہوئے بھی جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کریں تو تعلقات کے چمن زار میں پھر سے بہار آ جائے اسی طرح حضور کا یہ شعر بھی سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے ۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دار الوصال میں

دراصل بات یہ ہے کہ دنیا میں دو طبائع کے لوگ ہوتے ہیں ۔ بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اطاعت تابعداری اور تعاون ان کا شیوہ ہوتا ہے اور بعض حاکمانہ مزاج رکھتے ہیں ایسے دو اشخاص جب بھی کسی گھر میں ، کسی جماعت میں کسی دفتر یا ادارے میں جمع ہو جاتے ہیں تو ہمیشہ امن و سکون . . . .

. . . .

. . . کی جنت منازعات کے شعلوں سے جہنم بن جاتی ہے ۔ تباہی اور بدقسمتی کی ایسی گھڑی میں حضور کا یہ شعر

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں

لوگوں کو اختلافات کی آگ سے بچا سکتا ہے ۔

جہالت

لڑائی جھگڑے کی دوسری وجہ جہالت یا پھر عدم تربیت ہے جاہل کم ظرف ، اجڈ اور کمزور دل و دماغ کا آدمی جلد غصے میں آ جاتا ہے لیکن برعکس اس کے ایک شریف النفس اور معقول طور پر تعلیم یافتہ اور مہذب آدمی کو شاید ہی کبھی آپ نے کسی سے خواہ مخواہ الجھتے ہوئے دیکھا ہو ۔ مگر آپ نے دیکھا ہو گا کہ پرائمری سکول کے لڑکے ہائی سکول کے طلباء کے مقابلہ میں زیادہ لڑتے ہیں اور ہائی سکول کے طلباء کالج کے طلباء کے مقابلہ میں زیادہ لڑتے ہیں ۔ لیکن مہذب اور اعلیٰ تربیت رکھنے والے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ امن پسند ہوتے ہیں ۔ اگر آپ کو حوادث مشاہدہ کے استعمال کے عادی ہیں تو آپ نے نوٹ کیا ہو گا کہ بڑے بڑے قومی اور بین الاقوامی فٹ بال اور باسکٹ بال وغیرہ کے مقابلے بڑی خوشگوار فضا میں ہوتے ہیں مگر دیہات کی کبڈی اور کشتی کی ٹیمیں جب تک دو چار کا سر نہ پھوڑ لیں گھروں کو نہیں لوٹ سکتیں ۔

نفسیاتی تقاضے

ولیم میگڈوگل ایسے ماہرین نفسیات نے انسان کی جو چند بنیادی جبلتیں instincts قرار دی ہیں ان میں سے ایک جبلتِ نزاع instinct of Pugnacity بھی ہے ۔ گویا اس جبلت کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقابلہ کرنا انسان کی فطرت اور خمیر میں داخل ہے لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ میں فرمایا ہے کہ اندرونی صلاحیتوں کو موقع محل کے مطابق استعمال کرنے کا نام ہی اخلاق ہے ۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی اس جبلت نزاع کو کفر و الحاد اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف استعمال کرے ۔ چنانچہ آنحضرت ؐ کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کفار کے مقابلہ میں تو بڑے سخت تھے اور ان کا خوب بہادری سختی سے مقابلہ کرتے تھے ۔ لیکن اپنے مومن بھائیوں پر مہربان اور شفیق تھے اسلئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کی تعریف میں فرماتا ہے :۔

اشداءُ علی الکفار
رحماءُ بینھم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ مقابلے کی یہ پیدائشی عادت اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف استعمال کرنے کیلئے ہمیں دی گئی ہے ۔ لیکن اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمارا رحیم اور مہربان ہونا ضروری ہے ۔ ورنہ ہم ان برکتوں ترقیوں اور مسرتوں سے محروم ہو جائیں گے جن کی غلبۂ اسلام کے لئے ہمیں اشد ضرورت محض لڑنے کی جبلت کے اشاروں پر ناچنا تو حیوانی ہے ۔ (باقی)

خدام کی فہرست تجنید

مرکز کی طرف سے تمام خدام کے ضروری کوائف حاصل کرنے کیلئے نئے خاص فارم شائع کر کے جملہ مجالس کو بھجوائے جا رہے ہیں ۔ قائدین مجالس اور ناظمین تجنید سے گذارش ہے کہ مجلس کے جملہ اراکین کے یہ کوائف مقررہ فہرست میں درج کر کے اسی ماہ مرکز میں بھجوا دیں ۔ کیونکہ اسکے بغیر تجنید کا کام نامکمل پڑا ہے ۔ مہتمم تجنید خدام الاحمدیہ مرکزیہ

میری اہلیہ کو لیکوریا کی تکلیف

عرصہ دس سال سے تھی ہر قسم کا علاج ہو کا ہوا ڈاکٹر لاجہ صاحب کی ”لیکورین“ استعمال کرائی جس سے بفضلہ تعالیٰ معجزہ نما اثر ہوا ۔ صرف پانچ روز کے استعمال سے ہی مکمل شفاء حاصل ہو گئی ۔“

(اقتباس از چٹھی مکرم مبارک احمد خاں صاحب کوہاٹ ٹیکسٹائل ملز)

(کوہاٹ)

ڈاکٹر احمد ہومیو اینڈ کمپنی گولبازار ربوہ

اسلام میں والدین کے حقوق

مکرم رشید احمد صاحب ارشد لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ۔

کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے یعنی والدہ کی خدمت ایسی چیز ہے جو جنت میں لے جاتی ہے اور اس کی نافرمانی جہنم میں لے جانے کا سبب بنتی ہے۔ پھر ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی نافرمانی کو بڑے بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور شرک کے بعد اسکو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:-

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا۔ قُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ (متفق علیہ)

(جامع الترمذی جلد ثانی ابواب البر والصلۃ ص۲)

اسلام نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ والدین کی جہاں تک ہو سکے اطاعت و خدمت کرنی چاہیئے اور حتی الوسع ان کی نافرمانی سے بچو سوائے ان خاص احکام کے جن کا حکم خدا تعالیٰ نے خود دیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ والدین کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے۔ والدین کی خدمت کا موقع ملنا بھی بڑی خوش قسمتی ہے تمام انسانوں کو یہ موقع میسر نہیں آسکتا۔ اسلئے پوری کوشش سے ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرنی چاہئیں۔ والدین کی دعاؤں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں ضرور بالضرور قبول ہوتی ہے اور اسے خاص شرف قبولیت بخشا جاتا ہے۔

غرضیکہ والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کے متعلق اسلام نے اتنا سخت تاکیدی حکم دیا ہے کہ کوئی شخص بھی اس حکم سے باہر نہیں رہ سکتا جو شخص بھی مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اُسی پر اسلام لازم قرار دیتا ہے کہ والدین کی عزت و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے آخر ماں باپ سے احسان کیوں نہ کیا جائے۔ اگر اور نہیں تو هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے ماتحت ہی ان سے حسن سلوک کرنا چاہیئے۔ خداتعالیٰ نے توحید کے بعد والدین کے متعلق حکم دے کر بتا دیا کہ حقوق العباد میں سے سب سے پہلا حق نیکی اور احسان کا والدین کو ہے۔ جو شخص والدین کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑتا ہے۔ وہ گویا خدا تعالیٰ کی گرفت میں ہے اور وہ اپنے خالق و مالک خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

رِضَاءُ الرَّبِّ فِیْ رِضَاءِ الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔

(ترمذی جلد ۲ باب البر والصلۃ صفحہ ۲۰)

یعنی خدا تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ اس حدیث مبارک سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے والدین کو کتنے حقوق دئے ہیں۔ ان کی رضا و سختی کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضا اور سختی قرار دیا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ والدین کے حقوق کے دائرہ کو اسلام نے اور وسیع کیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ نہ صرف والدین سے ہی حسن سلوک کیا جائے بلکہ ان کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کرنا چاہیئے۔ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (جن کے والدین آپ کی بلوغت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے) کا طریق تھا کہ دایہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ والدہ کے بطور قائمقام تھیں۔ جب وہ تشریف لاتیں تو حضور میری ماں میری ماں کہتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر ان کے لئے بچھا دیتے۔ اس بات سے ہمیں خود ہی سبق لینا چاہیئے کہ جبکہ اس قدر ہو کر دایہ کی (نہ کہ حقیقی والدہ کی) یہ عزت، ہمارے بے مثال آقا کا تو یہاں تک ارشاد ہے کہ اگر والدین کسی کو یہ کہیں کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اسے چاہیئے بلا چون و چرا اسے طلاق دے دے اور اُف تک نہ کرے۔

اطاعت والدین کے متعلق ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی سگنل مین کا چھوٹا بچہ ریلوے لائن پر کھیل رہا تھا کہ اتنے میں گاڑی آتی نظر آئی باپ نے فوراً بچے کو حکم دیا۔ بچے! لیٹ جاؤ۔ بچہ نیک اور اطاعت گذار تھا فوراً لیٹ گیا گاڑی آئی اور گزر گئی لیکن بچہ معجزانہ طور پر بچ گیا۔ یہ صرف اور صرف والد کی اطاعت کا پھل تو تھا جو اس نے پایا ورنہ اگر وہ ایک منٹ بھی توقف کرتا تو اس کی ہلاکت لازمی تھی یہ ہے تو بظاہر ایک واقعہ لیکن اس میں ایک عظیم الشان سبق دیا گیا ہے کہ اگر فلاح چاہتے ہو تو والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کو فطرت ثانیہ بنالو کیونکہ والدین کا نافرمان نہ دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے نہ دین میں ہی والدین خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں جو شخص ان کی نافرمانی کرتا اور سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کا مجرم اور سزا کے لائق ہے۔ حضرت اویس قرنی جو کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ صرف اور صرف والدہ کی خدمت کی خاطر اس مطہر وجود کے دیدار سے محروم رہے انہوں نے نہ چاہا کہ والدہ کو چھوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اسی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے ادھر سے خدا تعالیٰ کی خوشبو آتی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی صفات کا ایک مظہر یمن میں بھی ہے جو صرف اس وجہ سے کہ والدہ کی خدمت میں لگا ہوا ہے میرے پاس نہیں آسکا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے والدین کی خدمت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو والدین کی خدمت میں اپنے آپ کو لگائے رکھیں اور ہر لحاظ سے ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔ تا خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں شمار کرے۔

مبلغین کے اعزاز میں الوداعی تقریب

گروپ شجاعت جامعہ احمدیہ کے دو طلباء مکرم منصور احمد صاحب بشیر اور مکرم مرزا محمد اقبال صاحب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال شاہد اور مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کر کے جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کی ہے۔ اب یہ ہر دو مبلغین انشاء اللہ تعالیٰ انجمن تحریک جدید کے تحت بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیں گے۔

ان مبلغین کے اعزاز میں گروپ شجاعت کی طرف سے ۲ صلح ۱۳۴۴ ھش کو عصر کے وقت ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ صدارت مکرم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب نے فرمائی۔ تلاوت و نظم کے بعد جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے ان مبلغین کی خدمت میں خاکسار نے ایڈریس پیش کیا۔ ایڈریس کے جواب میں معزز مہمانوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کرنا خدا تعالیٰ کے فضل اور اساتذہ کرام کی مشفقانہ توجہ اور محنت کا نتیجہ ہے۔

اجلاس کے آخر میں صدر اجلاس مکرم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب نے نصائح فرمائیں۔ آپ نے بتایا کہ عاجزی اور تواضع ایک مبلغ کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔ اسی کی بدولت خدمت اسلام کا اہم فریضہ احسن طور پر سرانجام دیا جا سکتا ہے۔

جنرل سیکرٹری
گروپ شجاعت جامعہ احمدیہ

— ربوہ —

سالانہ ساڑھے چھ کروڑ روزانہ ایک لاکھ اسی ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے

اقوام متحدہ نے اپنا سالنامہ پیدائش و اموات حال ہی میں شائع کیا ہے اس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۶۷ء کے وسط تک دنیا کی آبادی تین ارب بیالیس کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وسط ۱۹۶۶ء کے مقابلہ میں بقدر ساڑھے چھ کروڑ زیادہ تھی۔

تازہ ترین حقائق سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اضافۂ آبادی کی موجودہ رفتار قائم رہی یعنی ۱ر۹ فیصد کا اضافہ ہوتا رہا تو ۲۰۰۰ء تک دنیا کی آبادی اب سے دوگنی ہو جائے گی۔

یہ سالنامہ پیدائش و اموات اقوام متحدہ کے دفتر اعداد و شمار نے شائع کیا ہے۔ اس سمیت ان کی تعداد انیس ہو گئی ہے۔ اس میں دنیا کے تقریباً ڈھائی سو علاقوں کی معلومات درج ہیں۔ مثال کے طور پر اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ

- وسط ۱۹۶۶ء سے وسط ۱۹۶۷ء تک دنیا کی آبادی میں روزانہ ایک لاکھ اسی ہزار نفوس کا اضافہ ہوا۔
- ساری دنیا کے باشندوں میں سے تین چوتھائی ترقی پذیر علاقوں میں اور نصف سے زیادہ صرف ایشیا میں آباد ہیں۔
- وسط ۱۹۶۷ء میں اندازہ لگایا گیا کہ سرزمین چین کی آبادی بہتر کروڑ ہو گئی تھی۔ گویا وہاں ۱ر۴ فیصد کے حساب سے اضافہ ہوا۔
- ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیان اضافہ آبادی کی سالانہ شرح افریقہ میں ۲ر۵ فیصد، ایشیا میں ۲ر۰ فیصد یورپ میں ۰ر۸ فیصد لاطینی امریکہ میں ۲ر۹، شمالی امریکہ میں ۱ر۳ فیصد اور سوویت یونین میں ۱ر۳ فی صد تھی۔ سب سے زیادہ شرح اضافہ وسطی امریکہ میں یعنی ۳ر۵ فیصد ہوا۔
- اس وقت دنیا کے انیس فیصد باشندے ایسے شہروں میں رہتے تھے جن میں سے ہر ایک کی آبادی ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہے۔

۱۹۶۷ء کے سالنامہ پیدائش و اموات میں آبادی کے رجحانات یعنی پیدائش شادی اور طلاق کو ظاہر کرنے والے نقشے شامل ہیں۔ بڑے شہروں کی آبادیوں کا تخمینہ دیا گیا ہے اور دوسرا حصہ خاص طور سے شادیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تازہ ترین سالنامہ پیدائش و اموات کا مخصوص موضوع جیسا کہ گزشتہ یعنی ۱۹۶۶ء کے سالنامے میں تھا اموات کے اعداد و شمار ہے۔ اس میں شہری اور دیہی اختلافات اور موسمی اموات کا ذکر کیا گیا ہے۔

شہری آبادیوں میں اضافہ

اس سال کے سالنامے میں تقریباً ایک ہزار سات سو شہروں کے اعداد و شمار اور متعلقہ حقائق درج کئے گئے ہیں جن کی حیثیت صدر مقام کا درجہ رکھتی ہے اور جن میں سے ہر ایک کی آبادی کم سے کم ایک لاکھ ہے، ایک سو سے زائد زیادہ شہروں کا اضافہ ہوا ہے۔ دس سال پہلے ان میں سے صرف آدھے شہر اس فہرست میں شامل ہوئے تھے۔

شمالی امریکہ کی نصف سے زیادہ آبادی اور اوشیانا کی تقریباً نصف آبادی اس قسم کے علاقوں میں رہتی ہے۔ جنوبی امریکہ یورپ اور روس میں تقریباً ایک تہائی باشندے اتنے بڑے شہروں میں آباد ہیں۔ لیکن افریقہ اور ایشیا میں تعداد صرف دس فیصد ہے۔

عظیم ترین شہر

دنیا کے شہروں کی درجہ بندی کرتے ہوئے "اصل شہر" اور "شہری بستیوں" میں امتیاز کیا گیا ہے۔ چنانچہ مجموعی طور پر ایسے شہروں کی تعداد اسی ہے جن میں دس لاکھ سے زائد انسان رہتے ہیں۔ یہ شہر ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ علاقائی اعتبار سے ان کی تفصیل یہ ہے:۔

ایشیا میں اڑتالیس یورپ میں اٹھارہ روس میں سات جنوبی امریکہ میں سات شمالی امریکہ میں نو اور امریکہ میں تین

پندرہ شہر اصل شہر ہونے کے زمرے میں آتے ہیں۔ جن کی آبادیاں تیس لاکھ سے بڑھ گئی ہیں۔ شکاگو اور لندن اس فہرست میں نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سالنامے میں در اصل شہر ہونے کے اعتبار سے ان کے باشندوں کی تعداد درج نہیں کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا پندرہ شہروں کی فہرست یہ ہے

ٹوکیو	۸۹ لاکھ ۷ ہزار	۱۹۶۶ء میں
نیویارک	۷۹ لاکھ ۹۶ ہزار	۱۹۶۶ء میں
شنگھائی	۶۹ لاکھ	۱۹۵۷ء میں
ماسکو	۶۴ لاکھ ۴۳ ہزار	۱۹۶۷ء میں
ساؤ پاؤلو	۵۳ لاکھ ۸۳ ہزار	۱۹۶۷ء میں
بمبئی	۴۹ لاکھ دو ہزار ۶۵۱	۱۹۶۷ء میں
قاہرہ	۴۲ لاکھ ۱۹ ہزار ۸۵۳	۱۹۶۶ء میں
ریو ڈی جینرو	۴۰ لاکھ ۳۱ ہزار	۱۹۶۷ء میں
پیکنگ	۴۰ لاکھ ۱۰ ہزار	۱۹۵۷ء میں
سیئول	۳۷ لاکھ ۴۹ ہزار ۹۵۹	۱۹۶۶ء میں
شہر میکسیکو	۳۳ لاکھ ۵۳ ہزار ۱۴۴	۱۹۶۷ء میں
لینن گراڈ	۳۲ لاکھ ۹۶ ہزار	۱۹۶۷ء میں
تسیین تسن	۳۳ لاکھ ۳۳ ہزار	۱۹۶۶ء میں
اوساکا	۳۱ لاکھ ۳۳ ہزار	۱۹۶۷ء میں
کلکتہ	۳۰ لاکھ ۷۲ ہزار	۱۹۶۷ء میں

شہری بستیاں

"اصل شہروں" کی فہرست میں ٹوکیو کو نیویارک سے زیادہ بڑا دکھایا گیا ہے تاہم اگر "شہری بستیوں" کی اصطلاح کو ملحوظ رکھا جائے تو صورت حالات برعکس ہو جائے گی۔ اس طرح ٹوکیو کی شہری بستیوں میں جس میں ۲۳ وارڈ، آٹھ شہری ضلعے، چوبیس قصبات اور پندرہ دیہات شامل ہیں، ۱۹۶۶ء کی آبادی ایک کروڑ دس لاکھ پانچ ہزار ہو جائے گی۔ نیویارک میٹرو پولیٹن علاقے کے اعداد و شمار یہ ہیں کہ ۱۹۶۶ء میں اس کی آبادی ایک کروڑ چودہ لاکھ دس ہزار تھی۔ اس میں نیویارک شہر کے علاوہ نساؤ، ویسٹ چیسٹر، سفوک اور راک لینڈ نامی ضلعے بھی داخل ہیں۔

شہری بستیوں والی فہرست میں جو سالنامے میں شائع کی گئی ہے، منجملہ اور شہروں کے دکھایا گیا ہے کہ لندن کی آبادی ۱۹۶۶ء اناسی لاکھ تیرہ ہزار چھ سو، پیرس کی ۱۹۶۲ء میں تہتر لاکھ انہتر ہزار تین سو ستاسی لاس اینجلس کی ۱۹۶۶ء میں سڑسٹھ لاکھ نواسی ہزار اور شکاگو کی ۱۹۶۶ء میں سڑسٹھ لاکھ بہتر ہزار چھ سو تھی۔

بچوں کی اموات

سالنامے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے بڑے حصے میں شیر خوار بچوں کی اموات کی شرح برابر گھٹتی جا رہی ہے لیکن کہیں کہیں زبردست تفاوت بھی پایا جاتا ہے مثلاً سویڈن میں ہر ایک ہزار زندہ پیدا ہونے والے بچوں میں سے ۱۲ر۶ فوت ہو جاتے ہیں، لیکن بعض ترقی پذیر ملکوں میں یہ رفتار ڈیڑھ سو اور اس سے بھی زیادہ ہے۔

کمی والے ملکوں کے ضمن میں سویڈن کے علاوہ آئس لینڈ میں شرح اموات ۱۳ر۶، فن لینڈ میں ۱۴ر۲، نیدرلینڈ میں ۱۴ر۷ ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اوسط ۲۲ر۱ فی ہزار ہے۔ فہرست میں تیئیسویں نمبر پر ہے۔

ان ایک سو چودہ علاقوں میں جن کی اطلاعات قابل اعتماد کہی جا سکتی ہیں تازہ ترین ریکارڈ اور تخمینوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے چونتیس فی صد کی شرح اموات تیس فی ہزار سے بھی کم ہے اور اٹھائیس فی صد میں ایک سو فی ہزار سے زیادہ ہے۔ ماہرین پیدائش و اموات کی رائے ہے کہ بچوں کی شرح اموات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی جگہ صحت کا عام معیار کیا ہے۔ کیونکہ اس پر ثقافت، ماحول، اقتصادیات اور حفظان صحت اقدامات کا براہ راست اثر پڑتا ہے

توقع حیات

سالنامے کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت آئس لینڈ میں پیدا ہونے والی شیر خوار بچیوں کی توقع حیات سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ چھہتر سال تک زندہ رہ سکیں گی۔ یہ اس اندازے سے ذرا زیادہ ہے جو ناروے میں پیدا ہونے والی بچیوں کے بارے میں لگایا گیا ہے۔ اس سے قبل ان کی توقعات حیات خاصی زیادہ تھی۔ ناروے کے علاوہ نیدرلینڈ، سویڈن، فرانس اور یوکرین میں بھی توقع حیات پچھتر سال کے قریب ہے اور اڑتالیس ملکوں میں وہ ستر سال سے زیادہ ہے۔

اس کے برعکس بچوں میں توقع حیات سب سے زیادہ سویڈن میں یعنی ۷۱ر۶ ہے اور اس کے بعد صرف نیدرلینڈ، ناروے، اسرائیل، آئس لینڈ اور ڈنمارک میں ستر یا اس سے کچھ زیادہ ہے

سب سے کم توقع حیات کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اپر وولٹا کی بچیاں ۳۱ر۱ اور گابون کے بچے پچیس سال زندہ رہ سکیں گے۔ یہ اعداد و شمار ۱۹۶۰-۶۱ء کے دور کی بنیاد پر محسوب کئے گئے ہیں۔

سالنامے میں ایک سو پچیس ملکوں کی فہرست حیات شائع کی گئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیدائش کے وقت توقع حیات بچوں کے مقابلے میں بچیوں کی زیادہ ہے صرف پانچ ملک یعنی کمبوڈیا، اردن، سیلون، کیمرون یا اپر وولٹا اور دو ایشیائی آبادی جو جنوبی افریقہ میں رہتی ہے اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

خدا تعالیٰ بہت بلند شان والا ہے اس نے دنیا کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات کے ظہور کے لئے کائنات کو پیدا کیا ہے

۲

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ المومنون کی آیت اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَعٰلَى اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند شان والا ہے۔ اس نے دنیا کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی چار صفات تھیں جنہوں نے دنیا کی پیدائش کا تقاضا کیا۔ وہ صفات اپنا ظہور چاہتی تھیں اور ان صفات کے ظہور کے لئے ہی اس نے دنیا کو پیدا کیا۔ وہ چار صفات کیا ہیں اَلْمَلِكُ الْحَقُّ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مَلِك ہے۔ اس کی ملکیت چاہتی تھی کہ وہ ظاہر ہو۔ وہ الحق ہے اس کا حق ہونا چاہتا تھا کہ وہ ظاہر ہو۔ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا مصداق ہے اس کی توحید چاہتی تھی کہ وہ ظاہر ہو۔ اور وہ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ہے۔ اس کا ربّ العرش الکریم ہونا چاہتا تھا کہ وہ ظاہر ہو۔ یہ چاروں صفات چونکہ اپنا ظہور چاہتی تھیں اس لئے اس نے دنیا کو پیدا کر دیا۔ ان چاروں صفات پر غور کر کے دیکھو تو درحقیقت یہ وہی صفات ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں وہاں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الحمد للہ رب العالمین

الرحمن ۔ الرحیم

مالک یوم الدین

یعنی اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ترتیب بدل دی گئی ہے اس آیت میں جو صفت پہلے بیان کی گئی تھی سورۃ فاتحہ میں اسے آخر میں رکھ دیا ہے۔ اور پھر اسی ترتیب سے تمام صفات کو درجہ بدرجہ بیان کیا ہے چنانچہ دیکھ لو اس آیت میں جو اَلْمَلِكُ آیا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی طرف اشارہ کرتا ہے الحق صفت رحیمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ صفت رحمانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور رب العرش الکریم صفت رب العالمین کی طرف اشارہ کرتا ہے گویا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ میں تو چار صفات بطور منبع کے بیان کی گئی ہیں یعنی وہ صفات جنہوں نے دنیا کی پیدائش کا تقاضا کیا۔ لیکن ان کے نتیجہ میں جب انسان کو پیدا کیا گیا۔ تو بندوں کے تعلق کے لحاظ سے وہی چار صفات ایک دوسرے رنگ میں ظاہر ہو گئیں۔ گویا تخت شاہی کے مالک بلند شان والے مہربان رب کی طرف سے جب دنیا پیدا ہوئی تو وہ دنیا کے لحاظ سے رب العالمین بن گیا۔ پھر توحید کامل نے جب اپنا جلوہ دکھانا چاہا تو وہ انسانوں کے لئے رحمانیت کی صفت میں ظاہر ہوئی اور دنیا کی ہر ضرورت کو اس نے پورا کر کے بتا دیا کہ سوائے اس کے اور کوئی خدا نہیں۔ پھر الحق کی صفت نے جب ظہور چاہا۔ جو سچے وعدے کرنے والی اور دنیا کو قائم رکھنے والی ہے تو اس نے رحیمیت کی شکل میں اپنا جلوہ دکھایا۔ پھر ملکیت نے چاہا کہ وہ کوئی قانون جاری کرے اور جب اس نے قوانین جاری کئے تو اس نے کہا اب میں ہر ایک سے حساب لوں گا کہ اس نے قانون کی کس حد تک پیروی کی ہے اور وہ مالک یوم الدین کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پس یہ چار صفات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں یہ سورۃ فاتحہ کی چار صفات کے لئے بطور منبع ہیں، مگر سورۃ فاتحہ میں جو ترتیب رکھی گئی ہے۔ وہ اس سورۃ کے لحاظ سے موزون تھی اور جو اس جگہ ترتیب رکھی گئی ہے۔ یہ پیدائش عالم کے لحاظ سے موزون ہے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ المومنون صفحہ ۲۳۲ - ۲۳۳)

دفتر الفضل سے خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور تحریر کیا کریں (مینیجر)

محترم حافظ شفیق احمد صاحب وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ربوہ۔ نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ محترم حافظ شفیق احمد صاحب معلم حافظ کلاس جامعہ احمدیہ ۳۱ر صلح اور یکم تبلیغ ۱۳۴۸ ہش (مطابق ۳۱ر جنوری و یکم فروری ۱۹۶۹ء) کی درمیانی شب بارہ بجے کر بیس منٹ پر میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر قریباً ۵۰ سال تھی۔

یکم فروری کی صبح کو محترم حافظ صاحب مرحوم کے اکلوتے فرزند عزیز نفیس احمد صاحب نیز آپ کے عزیز مکرم مبارک محمود صاحب پانی پتی اور بعض دیگر اعزہ آپ کا جنازہ ربوہ لائے۔ اسی روز نماز عصر کے بعد مسجد مبارک میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں جامعہ احمدیہ کے اساتذہ و طلباء اور دیگر احباب بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے بعدہ جنازہ بہشتی مقبرہ لے جا کر مرحوم کی نعش کو وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل نے دعا کرائی۔

آپ نجیب آباد کے رہنے والے تھے اور مکرم جناب نفیس علیانی صاحب اور مکرم جناب عبد السلام صاحب حال مقیم کراچی کے برادر اصغر تھے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کیا اور عین نوجوانی کے عالم میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں ہجرت کر کے قادیان آئے اور مدرسہ احمدیہ میں حافظ کلاس کے معلم مقرر ہوئے قیام پاکستان کے بعد سے آپ جامعہ احمدیہ ربوہ میں معلم حافظ کلاس کے طور پر خدمات بجا لا رہے تھے جماعت کے بہت سے نوجوان حافظ آپ کے شاگرد ہیں۔ قرآن مجید بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ مسجد مبارک میں کئی سال نماز تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند بہت صابر و شاکر، قناعت شعار، خوش طبع، خوش خلق اور نہایت ملنسار واقع ہوئے تھے۔ آپ نے ایک فرزند (عزیز نفیس احمد ماڈرن موٹرز لاہور) اور ایک صاحبزادی عزیزہ امۃ الحئی اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترم حافظ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے اور اپنے خاص مقام قرب سے نوازے نیز پس ماندگان اور اولاد کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماتے ہوئے دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

تقریب شادی

بقیہ صفحہ اوّل

بقیہ صفحہ اوّل

محلہ دار النصر میں وسیع پیمانہ پر دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں بہت سے مقامی احباب اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد کے علاوہ ازراہ شفقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی شرکت فرمائی۔ دعوتِ طعام کے اختتام پر حضور ایدہ اللہ نے دعا کرائی۔

ادارہ الفضل اہلیہ صاحبہ محترمہ حضرت مولوی عبد المغنی خان صاحب مرحوم، محترم جناب محمد وسیع الزمان خان صاحب، محترم جناب خان عبد المجید خان صاحب اور ہر دو خاندانوں کے جملہ دیگر افراد کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہے۔ اور جملہ احباب جماعت کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے خود بھی دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے دینی و دنیوی لحاظ سے ہر طرح خیر و برکت اور یمن و سعادت کا موجب اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

ایک لیبارٹری اسسٹنٹ کی ضرورت

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے شعبہ بیالوجی کے لئے ایک محنتی اور دیانتدار لیبارٹری اسسٹنٹ کی ضرورت ہے امیدوار کے لئے مضامین سائنس میں کم از کم میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ گریڈ ۹۰-۴-۱۳۰/ ۵-۱۶۰/ ۶-۲۲۰ ہوگا۔ ضرورتمند نوجوان اپنی درخواستیں مقامی امیر یا صدر کی سفارش کے ساتھ بنام پرنسپل جلد بھجوائیں۔ انٹرویو لے کر کارکن کا انتخاب کیا جائے گا۔

(پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

ڈسکہ میں روزنامہ الفضل

عبد الرزاق صاحب ایجنٹ الفضل گلی جوگیانوالی ڈسکہ سے مل سکتا ہے اور روزانہ پرچہ گھر پہنچانے کا بھی انتظام ہے۔ (مینیجر الفضل)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۴۵۲